12 ربیع الاول اور مسلمان

محمد رمضان یوسف سلفی

۱۲ ربیع الاول کو عاشقان رسولؐ انتہائی عقیدت و محبت، جوش و جذبے اور تزک و اہتمام سے مختلف انداز و اطوار اپنا کر میلاد مصطفےؐ مناتے ہیں۔ حالانکہ ایک مسلمان کو اس روز جشن کا اہتمام کرنا زیب نہیں دیتا کیونکہ تاریخ ولادت کے متعلق خود نبی اکرم ﷺ سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ البتہ پیر کے دن آپؐ کی ولادت باسعادت پر جہاں تمام مورخین اور سیرت نگار متفق ہیں وہیں صحیح مسلم میں بھی ایک حدیث مرقوم ہے کہ ----- نبی اکرم ﷺ سے پیر کے روزے کے بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

فیہ ولدت و فیہ انزل علی

ترجمہ :۔ یہ وہ دن ہے جس روز میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۶۵)

کتب تاریخ و سیر میں آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں علامہ سید قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ نے ۹ ربیع الاول کو ازروئے تحقیق جدید آپ کی ولادت کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم فرماتے ہیں:

ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۳ اپریل ۵۷۱ء مطابق کیم جیٹھ ۶۲۷ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ (رحمۃ العالمین حصہ اول)

اور علامہ شبلی نعمانی مرحوم رقمطراز ہیں کہ:

تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دو شنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔
(سیرت النبی از شبلی جلد اول ص ۱۷۶)

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور ۱۰ھ تھا اور اس وقت آپؐ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا۔

(۲) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بج کر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

(۳) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپؐ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں ازروئے قواعد ہیئت' ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

(۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دو شنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک میں منحصر ہے۔

(۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دو شنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔
ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔

(حاشیہ سیرت النبیؐ از شبلی جلد اول ص ۱۷۶)

سیرت النبیؐ ابن ہشام کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

تمام روائتیں پیش نظر رکھ کر ارباب تحقیق اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ولادت با سعادت ۹ ربیع الاول سن عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق

اور قبل از طلوع نیر عالم تاب ہوئی۔ (سیرت النبی ابن ہشام جلد اول ۱۸۲)
تاریخ اسلام کے مصنفین مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اور شاہ معین الدین احمد ندوی نے بھی اپنی اپنی کتاب میں ۹ ربیع الاول کو ہی آپؐ کا یوم ولادت لکھا ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ اگر بالفرض ۱۲ ربیع الاول کو ہی آپؐ کی ولادت باسعادت تسلیم کر لی جائے تو بارہ ہی کو آپ کا یوم وفات ہے جو کہ بغیر کسی اختلاف کے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ عاشقان رسولؐ کے امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک بھی نبی اکرم ﷺ کا یوم وفات ۱۲ ربیع الاول ہے۔ تو دنیاوی قاعدے کا اعتبار سے اگر کوئی شخص کسی تاریخ کو تولد ہو اور پھر اتفاق سے اسی تاریخ کو فوت ہو جائے تو عزیز و اقارب اس دن خوشی نہیں مناتے بلکہ اس روز کی یاد آنے پر سرد آہیں بھرتے ہیں اور افسوس غالب آ جاتا ہے۔ جبکہ ۱۲ ربیع الاول کے متعلق تو چند برس پہلے آج تک پرانے بزرگوں سے "بارہ وفات" کا لفظ سنتے آئے ہیں اور پرانے بزرگ اب بھی بارہ ربیع الاول کو "بارہ وفات" ہی کہتے ہیں۔ تو یوم وفات مصطفےٰؐ پر یہ خوشیاں آخر ------- چہ معنی دارد؟

عاشقان رسولؐ جس روز آپؐ کا جشن ولادت مناتے ہیں اس روز رسول ہاشمی ﷺ کے سانحہ ارتحال سے آپ کے اہل بیت اور جانثار صحابہ کرامؓ کی حالت زار کیا تھی، نظر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔ یہ واقعات ان عاشقان کیلئے دعوت فکر ہیں کہ جو تحقیق کی بجائے اندھی تقلید کے پیرو ہیں۔ زمانہ حال کے عاشقان رسولؐ کے برعکس اصحاب رسول ﷺ کو نبی علیہ السلام سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ وہ لحہ بھر کی جدائی بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کی بیماری کے ایام میں صحابہ کرام بیٹھے رو رہے تھے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے ہم آپؐ کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔

(بخاری جلد ۳ ص ۶۰۳)

مرض الموت میں ایک روز نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا .... ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو پسند کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اس سے سمجھ گئے کہ اب آپؐ کی وفات کا وقت قریب ہے لہٰذا وہ زار و قطار رونے لگے۔ (صحیح بخاری جلد ۳ ص ۵۲۸)

اور پھر جب رسول ہاشمی ﷺ اس دنیا سے رحلت کر گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی۔ وہ سخ میں واقع اپنے مکان سے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ لوگوں سے کوئی بات کئے بغیر حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور نبی علیہ السلام کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹا کر اسے چوما اور روئے پھر کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، اللہ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ جو موت آپؐ پر لکھ دی گئی وہ آپؐ کو آ چکی۔ (ایضاً جلد ۴ ص ۳۴۰)

وفات مصطفیٰ ﷺ کی خبر سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر انسان بھی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور حواس باختہ ہو کر کہنے لگے کہ کچھ منافقین سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؐ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح موسیٰ بن عمران علیہ السلام تشریف لے گئے تھے اور اپنی قوم سے چالیس رات غائب رہ کر ان کے پاس واپس آ گئے تھے حالانکہ واپسی سے پہلے کہا جا رہا تھا کہ وہ انتقال کر گئے ہیں۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ بھی ضرور پلٹ آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے جو سمجھتے ہیں کہ آپؐ کی وفات ہو چکی ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۸۰۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر وفات مصطفیٰ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے یقینی اور صدمہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی سراسیمگی کو دیکھتے ہوئے وفات مصطفےٰ کے اعلان کا خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ صحیح بخاری میں یوں مذکور

ہے کہ ..... حمد و ثنا کے بعد فرمایا :

من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات و من کان منکم یعبد الله فان الله حی لا یموت۔

ترجمہ :۔ تم میں جو محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا (وہ سمجھ لے) وہ تو وفات پا گئے' اور جو کوئی اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اسے یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اسے ہرگز موت نہ آئے گی۔

اور پھر سورہ آل عمران کی یہ آیت تلاوت کرتے ہیں:

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسول ..... الخ۔

(صحیح بخاری جلد ۴ ص ۳۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میری ٹانگوں میں سکت نہ رہی' میرے پاؤں میرا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ نبی علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ (ایضا)

اور جگر گوشہ رسول ﷺ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنے پیارے بابا کی جدائی کا اسقدر غم تھا کہ مرض موت میں جب نبی ﷺ نے ان کو بتایا کہ میں اب اس بیماری میں انتقال کر جاؤں گا تو سیدہ فاطمہؓ اشکبار ہو گئیں۔ (صحیح بخاری جلد ۴ ص ۳۲۹)

پھر جب نبی اکرم ﷺ وفات پا گئے تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں :

یا ابتاہ ربادعاہ' یا ابتاہ الی جنۃ الفردوس ماواہ' یا ابتاہ الی جبرئیل منفاہ۔

ترجمہ :۔ پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرما لیا' والد گرامی نے جنت الفردوس میں نزول فرما لیا۔ والد گرامی کے انتقال کی خبر جبرائیل کو کون پہنچا سکتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۴ ص ۳۴۳)

اسی صدمہ پر سیدہ یوں بھی کہتی ہیں کہ :

الٰہی روح فاطمہؓ کو روح محمدؐ کے پاس پہنچا دے' الٰہی مجھے دیدار رسولؐ سے مسرور بنا دے' الٰہی ! مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد ﷺ سے محروم نہ فرما۔

(رحمتہ اللعالمین حصہ اول ص ۲۴۶)

پھر جب نبی اکرم ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہؓ حضرت انسؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں :

یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم التراب۔ (صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۴۴

ترجمہ :۔ اے انسؓ تم نے رسول ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارہ کیا۔

وفات مصطفےٰ ﷺ پر سیدہ فاطمہؓ بڑے پرسوز اور رقت انگیز اشعار کہتی ہیں جس کے دو مصرعے یہ ہیں کہ :

صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الایام صرن لیالیا

ترجمہ :۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں اگر دن پر پڑتی تو رات بن جاتا۔

(رحمتہ اللعالمین حصہ دوئم ص ۳۰۱)

ایک موقعہ پر پردرد اشعار پڑھتی ہیں کہ ۔

انا فقد ناک فقد الارض و ایلها
و غاب مذغبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا
لما نعیت و حالت دونک الکتب

ترجمہ :۔ ہماری محرومی حضورؐ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا' جب سے آپؐ غائب ہوئے ہیں وحی الٰہی کا انقطاع ہو گیا' کاش ! حضورؐ کے

انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔ (ایضا ص ۱۰۸)

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اس ہائلہ پر کہتی ہیں کہ:

دریغ! وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو تونگری پر اختیار فرمایا۔ حیف! وہ دین پرور! جو امت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا' جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔ جس نے! منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔ جس نے بر واحسان کے دروازے ارباب فقرو احتیاج پر کبھی بند نہ کئے۔ جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔ حیف! وہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔ جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا۔ آہ.... دنیا سے رخصت ہوا۔ (رحمتہ اللعالمین حصہ اول ص ۲۴۶)

نبی ﷺ کو غسل دیتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے کہ:

میرے مادر پدر آپ پر قربان' آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ ﷺ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لا علاج اور زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے معاملہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں' اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور پر نثار' پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔

(ایضا ص ۲۴۷)

صحیح مسلم میں ہے کہ:

وفات مصطفےٰ ﷺ کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے ہم کو ام ایمنؓ کی طرف لے چلو تاکہ ان سے ملاقات کریں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ملاقات کیا کرتے تھے (صاحبین) جب ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کس چیز نے تجھ کو رلایا' کیا تو نہیں جانتی کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اللہ کے رسولؐ کے لئے بہتر ہے۔ ام ایمنؓ کہنے لگیں! میں اس لئے نہیں روئی بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنی منقطع ہو گئی۔ یہ سن کر دونوں ساتھی بھی ام ایمن کے ساتھ رو پڑے۔

وفات مصطفےٰ ﷺ کے دن کا نقشہ بیان کرتے ہوئے خادم رسولؐ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اس سے بہتر اور تابناک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن آپؐ نے وفات پائی اس سے زیادہ قبیح اور تاریک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ (رواہ دارمی بحوالہ مشکوۃ باب وفات النبیؐ)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے وفات مصطفےٰ ﷺ پر جو طویل مرثیہ کہا تھا اس کے چار اشعار یہ ہیں:

اطالت و قوفا تذرف العين جهدها
على طلل القبر الذى فيه احمد

ترجمہ:۔ آنکھ پوری طاقت سے بہہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوں جس کے اندر احمدؐ ہیں۔

وراحوا الحزن ليس فيهم نبيهم
و قد وهنت منهم ظهور و اعضد

ترجمہ:۔ اور یہ غم زدہ لوگ اس حالت میں ہو گئے کہ اب ان میں ان کے نبی

نہیں اور اب ان کی کمریں اور بازو بالکل کمزور ہو گئے ہیں۔
(سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۲۰-۸۲۱)

ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس روز نبی علیہ السلام کا سانحہ ارتحال ہوا اس روز مدینہ رسولؐ میں کہرام بپا تھا اور آپ کے جانثار و محب آپؐ کے وصال اور فراق سے افسردہ و غمزدہ اور اشکبار تھے۔ وفات رسولؐ کے واقعہ دل فگار نے اہل مدینہ پر قیامت صغریٰ بپا کر دی تھی۔

افسوس کہ جس روز ایسا ہوا' زمانہ حال کے عاشقان رسولؐ اس دن خوشیاں مناتے' جھنڈیاں لگاتے' ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے' بھنگڑے ڈالتے' جعلی داڑھیاں لگا کر سنت رسولؐ کا استہزاء کرتے' رات کو گھر کی منڈیروں پر موم بتیاں لگا کر چراغاں کرتے' بازاروں میں نام نہاد نمائشوں کا اہتمام کرتے' محفل میلاد کا "سوانگ" رچا کر قوالوں سے شرک سے لتھڑی غلیظ قوالیاں سنتے اور اس کے علاوہ جو خرافات ان سے ہو سکتی ہیں یہ دین اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس محسن انسانیت کے یوم وفات پر ہوتا ہے کہ جس نے ظلمت و تیرگی میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو رشد و ہدایت کا پیام دیا تھا۔ کیا یہ دوست اپنی ان خرافات کو پیش کر کے کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دے سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ کیونکہ ان دوستوں کے یہ کام سراسر اسلامی تعلیم کے منافی ہیں کہ جن کے سبب کسی غیر کو متاثر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ "یاران تیزگام" سے فقط اتنا ہی عرض کروں گا کہ خدارا! حقیقت حال کو سمجھیں اور جوش عقیدت میں خود ساختہ بدعات و خرافات سے اجتناب کریں۔ اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اے دوست لب کشائی کا موقع نہ دے مجھے
افسانہ میرے دل کا بڑا دردناک ہے